بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

پچھلے دنوں ملک کے مختلف گوشوں میں جو فرقہ وارانہ فسادات ہوئے ہیں انھوں نے ہر محب ملک و قوم کی توجہ کو اپنی طرف جذب کر لیا ہے یہ لوگ اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ اگر ملک میں فرقہ وارانہ منافرت اور کشیدگی کا یہی عالم رہا تو چاہے زرعی اور اقتصادی اعتبار سے ملک کتنا ہی خوش حال ہو جائے بہر حال ملک میں استحکام پیدا نہیں ہوگا۔ اور اس صورت میں ملک کو کسی بیرونی دشمن سے اس درجہ خطرہ نہیں ہوگا جتنا کہ خود آپس کی پھوٹ اور افتراق سے ہوگا اس صورتِ حال کو ختم کرنے کے لئے ملک کے اربابِ فکر و نظر مختلف تجویزیں پیش کر رہے ہیں جمعیۃ علمائے ہند نے مجلس عاملہ کے گذشتہ جلسہ میں مختلف فرقوں کے اک کنونشن کی تجویز منظور کی ہے اور ساتھ ہی کانگرس کے نام ایک محضر نامہ بھی بھیجا ہے۔ شری جے پرکاش نراین اور اچاریہ ونوبھاوے نے ہزاروں کی تعداد میں ایسے رضاکار بھرتی کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے جو ملک کے مختلف حصوں میں فرقہ وارانہ اتحاد و یگانگت پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ کسی نے اس ناخوش گوار صورتِ حال کو ختم کرنے کے لئے حکومت کو اس کا فرض یاد دلایا ہے اور کسی نے اکثریت اور اقلیت سے الگ الگ پند و نصیحت کی باتیں کی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس سلسلہ میں سب سے اہم اور بنیادی بات جو کرنے کی ہے اور جس سے صحیح معنی میں فرقہ وارانہ اتحاد و یگانگت پیدا ہو سکتی ہے اُس کی طرف ابھی تک کسی کا دھیان نہیں گیا ہے۔

اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ موجودہ فرقہ وارانہ صورتِ حال اچانک یوں ہی پیدا نہیں ہو گئی ہے۔ بلکہ یہ بہت سے اسباب و عوامل کا طبعی نتیجہ ہے۔ ان اسباب و عوامل

کا تجزیہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ "انگریزوں نے پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کی جو پالیسی اختیار کر رکھی تھی وہ اصل سرچشمہ ہے جس سے یہ تمام فسادات پیدا ہوئے ہیں، انگریزوں نے اس پالیسی کو عملی شکل دینے کے لئے کیا کچھ نہیں کیا؟ انھوں نے ہندوستان کے قرون وسطی کی غلط سلط تاریخیں لکھوائیں۔ نصاب کے لئے ایسی کتابیں مرتب کرائیں جن کو پڑھ کر ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کو شک اور شبہ کی نظر سے دیکھنے لگیں۔ اُردو اور ہندی کا نزاع پیدا کیا۔ باجہ اور گائے کا قصہ اور قضیہ کھڑا کیا اور ہندو مسلم فسادات کے لئے فضا ہموار کی؛ انگریزوں کی یہ پالیسی کس قدر کامیاب رہی؟ اس کا اندازہ صرف اسی ایک بات سے ہو سکتا ہے کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو صدیوں سے ایک ساتھ رہنے والے بھائی یک بیک ایک دوسرے کے لئے غیر ملکی اور اجنبی بن گئے اور ٹھیک اس وقت جب کہ ایک دوسرے کے محلے میں سے گذر بھی نہیں سکتا تھا۔ انگریز تن تنہا پورے ملک میں بے خوف و خطر پھرتا تھا۔ یہاں دونوں فریق ایک دوسرے کے ہاتوں خون کے دریا میں غوطے کھا رہے تھے اور دوسری طرف انگریز تھا جس کی نکسیر بھی نہیں پھوٹی تھی۔

ملک کی آزادی اور حکومت کے سیکولر اور جمہوری ہونے کے بعد سب سے اہم مسئلہ جس پر فوری توجہ کرنی چاہئے تھی وہ یہی تھا کہ کس طرح ہندو اور مسلمانوں میں اور ان کے علاوہ دوسرے فرقہ کے لوگوں میں اور اکثریت میں یگانگت اور یکجہتی کا احساس پیدا کیا جائے اور سالہائے دراز کی مسلسل کوششوں کے بعد انگریز نے جو زہر قومیت متحدہ کے جسم میں پھیلا دیا تھا اُس کا تریاق مہیا کیا جائے اس سلسلہ میں ضرورت تھی کہ انگریز نے جو کچھ کیا تھا اس کا توڑ پیدا کیا جاتا یعنی ملک میں فوراً نصابِ تعلیم کے لئے ایسی کتابیں لکھوائی جاتیں اور ان کو رائج کیا جاتا جن میں اکثریت کے مذہبی پیشواؤں کے ساتھ مسلمانوں کے بھی بزرگوں اور اسلامی تعلیمات کا ذکر اس انداز میں ہوتا کہ اسے پڑھ کر نئی نسل کے دل میں مسلمانوں کے متعلق احترام کے جذبات پیدا ہوتے۔ اس کے علاوہ تعلیم بالغان کے نصاب میں بھی

اسی طرح کی کتابیں شامل کی جاتیں بیسنٹ اور ڈاسن جیسے لوگوں کی تاریخ کے مقابلہ میں ہندوستان کی ایسی تاریخیں لکھوائی جاتیں جن میں ہندو اور مسلمانوں کے اجتماعی اور تمدنی تعلقات و روابط کا ذکر بڑی تفصیل سے ہوتا۔ کسی اخبار یا کسی صاحب قلم کو مسلمانوں کے مذہب اور اُن کے کلچر پر حملہ کرنے کی اجازت نہ دی جاتی۔ فرقہ پرستوں کے اعمال و افعال پر کڑی نگاہ رکھی جاتی۔ جہاں کہیں کسی مسلمان کے ساتھ ناانصافی ہوتی اُس کا فوراً تدارک کیا جاتا۔ اگر ان سب چیزوں پر عمل ہوتا تو یقیناً بارہ برس کی مدت میں فرقہ پرستی کا زہر بہت کچھ اتر چکا ہوتا۔

آج کل کی ایک عام اصطلاح ہے Brain Washing جس کا اردو میں ترجمہ "تنقیۂ دماغ" کر سکتے ہیں۔ جرمنی میں ہٹلر نے اور روس میں انقلاب کے لیڈروں نے جب لوگوں میں نئی قدروں کا احساس اور یقین پیدا کرنا چاہا جس سے ملک میں استحکام اور یک جہتی کی فضا قائم ہو اور لوگ اُن کی آئیڈیالوجی کے مطابق زندگی بسر کریں تو انھوں نے اس کا سروسامان تعلیم اور لٹریچر کے ذریعہ ہی کیا۔ چین میں بھی یہی ہوا اور کوئی شبہ نہیں کہ صحیح اور عام تعلیم اور صالح لٹریچر ہی وہ کامیاب نسخے ہیں جو کسی ملک کے لوگوں کے فکر و نظر کو صحیح راستہ پر لگا سکتے ہیں۔ گذشتہ فسادات پر وزیر اعظم جواہر لال نہرو اور کانگرس دونوں نے انتہائی افسوس اور تشویش کا اظہار کیا ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ ہم اُن کے اس اظہار کو خلوص اور سچائی پر مبنی نہ مانیں لیکن ضرورت اس کی ہے کہ عقیدہ اور عمل میں اور فکر و فعل میں پوری طرح کی ہم آہنگی اور توافق ہو۔ حکومت اور کانگرس دونوں کے پاس وہ ذرائع و وسائل موجود ہیں جن سے کام لے کر فرقہ پرستی کو بنیاد سے اکھاڑ کر پھینکا جا سکتا ہے ورنہ اگر عالم یہ ہو کہ زبان سے سب کچھ کہا جائے تجویزیں ہر طرح کی منظور کی جائیں اور دستور کی دفعات بھی کیسی ہی خوشنما ہوں۔ لیکن نصاب میں ایسی کتابیں پڑھائی جائیں جن میں اسلامی روایات اور اسلامی کلچر کی عظمت کا کوئی نقش موجود نہ ہو۔ ایسے لٹریچر کی اشاعت پر کوئی روک ٹوک نہ ہو جس سے فرقہ وارانہ کشیدگی بڑھے فرقہ پرست اخبارات کے لب و لہجہ پر کوئی دار و گیر نہ ہو۔ ریڈیو سے جو تقریریں یا پروگرام